حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح

دیباچہ

آج سے چودہ سو سال قبل دنیا میں ایک عظیم الشان ہستی کا ظہور ہوا جس نے بھولی بھٹکی انسانیت کی تقدیر بدل ڈالی۔ ایک چمکتا ہوا سورج طلوع ہوا جس کی کرنوں سے اس دھرتی سے شرک کا اندھیرا دور ہوا اور توحید کی شمع روشن ہوئی یعنی آنحضورﷺ کی بعثت ہوئی۔ اخلاق کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز اس ہستی نے عرب کے بیابان میں رہنے والے انسانوں کی ایسی تربیت کی کہ گویا مردے زندہ ہوگئے اور بتوں کے پجاری توحید کے دلدادہ بن گئے۔ انہوں نے خدا اور رسولِ خدا حضرت اقدس محمد مصطفیٰﷺ کی محبت میں اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو چھوڑ دیا۔ اپنی نفسانی خواہشات کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سراج منیر سے روشنی حاصل کر کے اپنی زندگیوں میں وہ پاک تبدیلی پیدا کی کہ خود بھی آسمان کے ستارے بن گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ نوید سنائی کہ خدا ان سے راضی ہو گیا اور وہ اپنے خدا سے راضی ہو گئے۔ انہی بزرگ وجودوں میں سے ایک حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح بھی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانثار سپاہی اور مسلمانوں کے ایک عظیم سالار تھے۔

پیش لفظ

آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ وہ بابرکت وجود ہیں جنہوں نے آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست تربیت پائی۔ وہ اُسی چراغ سے روشن اور اُسی نور سے منور ہوئے۔ وہ اُسی پاک چشمہ سے فیضیاب ہوکر پوری دُنیا کو روحانی طور پر سیراب کرتے رہے ان بزرگوں کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے اوراُن کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے شعبہ اشاعت خدام الاحمدیہ کے تحت صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی پر مبنی چھوٹی چھوٹی کتب شائع کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔

آیئے اس پاک وجود کے حالات زندگی پڑھتے ہیں اس غرض سے کہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ ان بزرگوں نے کیسے یہ عظیم مقامات حاصل کئے۔

انتساب

عن عبدالرحمان بن عوف قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابوبکر فی الجنة و عمر فی الجنة و عثمان فی الجنة و علی فی الجنة و طلحة فی الجنة والزبیر فی الجنة و عبدالرحمان بن عوف فی الجنة و سعدبن ابی وقاص فی الجنة و سعید بن زید فی الجنة و ابوعبیدہ بن الجراح فی الجنة۔

(ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عبدالرحمان بن عوف)

آنحضرت ﷺ نے جن دس صحابہؓ کو جنت کی بشارت دی تھی اُن کو اصطلاحاً عشرہ مبشرہ کہتے ہیں ان کے اسماء حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ (خلیفہ اوّل)

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خلیفہ ثانی)

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (خلیفہ ثالث)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (خلیفہ رابع)

۵۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح

حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح

حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح ان دس خاص صحابہؓ میں سے تھے۔ جنہیں آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے اگلے جہاں میں جنت ملنے کے بارہ میں خوش خبری دی تھی اور جنہیں عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ وہ اسلام کے آغاز پر ہی اسلام لے آئے تھے انہوں نے اپنے کردار عشق رسولؐ اور دینی خدمات کی بدولت صحابہؓ میں ایک خاص مقام حاصل کرلیا تھا باقی مسلمانوں کی طرح انہیں بھی مکہ میں رہ کر قریش کے سرداروں کے ہاتھوں دکھ سہنے پڑے اور پھر آنحضرت ﷺ کی اجازت سے رجب سن 6 نبوی میں حبشہ ہجرت کر گئے اور پھر واپس مکہ آگئے اور بالآخر مدینہ ہجرت کر گئے۔ انہیں جنگ بدر، جنگ اُحد اور جنگ خندق اور دیگر معرکوں میں غیر معمولی خدمات کی توفیق ملی بعض انتہائی مشکل آزمائشوں سے بھی انہیں گزرنا پڑا۔

انہوں نے ہر موقع پر اسلام کے ساتھ وفا کی اور اپنی ساری طاقتیں اسلام کے لئے وقف کر دیں چند مہمات میں انہیں آنحضرت ﷺ نے کمانڈر کی حیثیت سے بھی بھیجا اور بعض اہم کام ان کے سپرد کئے گئے اور انہوں نے پوری جواں مردی اور وفاداری کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا۔ ایک مہم کے دوران انہیں آنحضرت ﷺ کی طرف سے ''امین الامت'' کا خطاب ملا۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب خلافت میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا حضرت ابوبکرؓ کی

خلافت کے زمانہ میں انہیں سارا عرصہ میدان جنگ میں گذارنا پڑا اور شام کے محاذ پر انہیں کارہائے نمایاں سرانجام دینے کی توفیق ملتی رہی۔ دمشق کے محاصرہ کے دوران اسلامی فوجوں کی کمان حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھی۔ اس دوران انہیں حضرت عمرؓ کے ایک حکم نامے کے ذریعے اسلامی فوجوں کا باقاعدہ سپہ سالار اعظم بنا دیا گیا اس کے جلد ہی بعد ملک شام میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان اسلام کی پہلی صدی کی سب سے بڑی جنگ ہوئی جسے جنگ یرموک کہتے ہیں۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے بہت بڑے بڑے کمانڈروں نے حصہ لیا اور ان سب کے اوپر چیف کمانڈر حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح تھے۔ شام مشرقی روم کا خوشنما صوبہ تھا۔ ملک شام موجودہ شام، فلسطین، اردن اور لبنان پر مشتمل تھا۔ اور یہ سب علاقے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے ہاتھ پر فتح ہوئے ان تمام فتوحات کے باوجود ان میں کوئی غرور یا فخر پیدا نہ ہوا اور سادگی اور نیکی پر وہ پہلے کی طرح سے قائم رہے۔ ابتدائی صحابہؓ میں سے وہ اُس زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی عکسی تصویر تھے۔

عیسائیوں کے مرکز بیت المقدس کی فتح بھی ان کے ہاتھوں پر ہوئی بیت المقدس کے تقدس کی وجہ سے عیسائیوں نے صلح کے معاہدہ کے لئے خلیفہ وقت کو بیت المقدس بلانے کا مطالبہ کیا۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں خود آکر صلح کے معاہدہ پر دستخط کرنے کی درخواست بھجوائی جسے حضرت عمرؓ نے منظور فرمایا۔ حضرت عمرؓ کا

شام سے فتح کئے ہوئے علاقوں میں بذات خود تشریف لانا تاریخ اسلام کا ایک بہت اہم واقعہ ہے۔ اس موقع پر حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو ترکی گھوڑا اور عمدہ لباس پیش کیا۔ اور عرض کیا کہ وہ عمدہ لباس پہن کر معاہدہ کے لئے تشریف لے چلیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے یہ کہہ کر اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ جو عزت ہمیں اسلام کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اس موقع پر ابوعبیدہؓ کے لباس اور رہن سہن میں پہلے جیسی سادگی دیکھ کر حضرت عمرؓ نے ان کی بہت تعریف فرمائی۔

شام کے تمام علاقوں کی فتح کے بعد عمواس کے مقام پر حضرت ابوعبیدہؓ نے پڑاؤ ڈالا جہاں طاعون کا مرض پھوٹ پڑا۔ حضرت عمرؓ کی طرف سے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ مدینہ آجائیں۔ لیکن انہوں نے اپنے فوجی ساتھیوں کو چھوڑنا پسند نہ کیا اور پھر حضرت عمرؓ کے ہی مشورے سے ساتھیوں کو لے کر کھلی فضا میں جابیہ منتقل ہو گئے اور وہیں پر ان کی وفات ہوئی۔ فاتح شام اور اسلام کا پہلا باقاعدہ سپہ سالار ہونے اور اپنی بے شمار خوبیوں اور دیگر خدمات کی بدولت ان کا نام ہمیشہ عزت و احترام سے زندہ رہے گا۔

آؤ بچو!! آپ کو حضرت ابوعبیدہؓ کی کہانی اُن کی زبانی سنائیں۔

ابتدائی حالات و قبول اسلام

میرا اصل نام عامر ہے لوگ مجھے میرے بیٹے عبیدہ کی نسبت سے ابوعبیدہؓ کے نام سے یاد کرتے ہیں میرے والد کا نام عبداللہ اور دادا کا نام الجراح ہے۔

میرا تعلق قریش کے قبیلہ بنوخلج سے ہے۔ بعض لوگ ہمیں فہر بن مالک کی طرف منسوب کر کے فہری بھی کہتے ہیں۔ میں زیادہ تر اپنے بیٹے اور دادا کی نسبت سے ''ابوعبیدہؓ بن الجراح'' کے نام سے مشہور ہوں۔ کیونکہ عربوں میں اس قسم کی رسمیں جاری ہیں۔ میں ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہوں جنہیں آنحضرت ﷺ کی بعثت کے شروع شروع میں ہی اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آنحضرت ﷺ نے دعویٰ نبوت فرمایا لیکن اسے اپنے ملنے جلنے والوں تک ہی محدود رکھا ہوا تھا۔

آنحضرت ﷺ کے گھر کے افراد میں سے حضورؐ کی بیوی حضرت خدیجہ طاہرہؓ حضور کے چچازاد بھائی علیؓ (جو حضورؐ کے پاس بچوں کی طرح رہ رہے تھے)، حضورؐ کے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے زیدؓ کے علاوہ حضورؐ کے قریبی دوست حضرت عبداللہ بن ابوقحافہؓ (جو ابوبکرؓ کے نام سے مشہور ہوئے) سب سے پہلے ایمان لے آئے حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے ان کے ملنے جلنے والوں میں سے حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ جلد ہی ایمان لے آئے عورتوں میں سے آنحضرت ﷺ کی ایک چچی حضرت ام فضل اور حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی حضرت اسمآءؓ جلد ایمان لے آئیں۔ انہیں دنوں میں مجھے بھی آنحضرت ﷺ کے مبارک ہاتھوں پر اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔ جب میں مسلمان ہوا اس وقت میری عمر اٹھائیس (28) سال کی تھی۔ میری اور حضرت عمرؓ کی پیدائش ایک ہی سال کی

ہے اس طرح میں حضرت عمرؓ کا ہم عمر ہوں۔

میرے خاندان میں سے میری والدہ کو بھی اسلام لانے کی سعادت نصیب ہوئی اور ان کا شمار صحابیات میں ہوتا ہے۔ تاہم میرے والد اسلام لانے سے محروم رہے اور جنگ بدر میں میرے مقابل پر آکر میرے ہی ہاتھوں مارے گئے۔ مجھے السّابقون الاوّلون اور عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کا فخر ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

تکالیف کا دور اور ہجرت حبشہ و مدینہ

اسلام لانے کے بعد مکہ میں کفار نے ہمیں بہت دُکھ پہنچائے جنہیں ہم نے صبر سے برداشت کیا۔ ہمیں ظلم کے مقابل پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیں سختی سے منع کیا ہوا تھا کہ ظلم کا مقابلہ ظلم سے نہ کرنا بلکہ عفو اور درگزر سے کام لینا۔ چنانچہ میں نے بھی ایسے ہی کیا۔ تاہم سنہ 5 نبوی میں جب مظالم برداشت سے باہر ہوگئے تو آنحضرت ﷺ کی اجازت سے رجب میں حضرت عثمان غنیؓ کی سرکردگی میں مسلمانوں کا ایک قافلہ حبشہ ہجرت کر گیا۔ جہاں حکومت کی طرف سے مذہبی آزادی تھی اور ہر مذہب کا آدمی امن سے رہ سکتا تھا۔ کچھ عرصے بعد ایک نسبتاً بڑا قافلہ دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا میں اس دوسرے قافلے میں شامل تھا۔ وہاں جا کر بھی ہمیں بہت آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ بھوک اور فاقے بھی برداشت کئے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ وہاں ہمیں مذہبی آزادی تھی۔ تاہم قریش مکہ نے وہاں

پر بھی ہمارا تعاقب کیا اور ایک وفد نے آ کر حبشہ کے بادشاہ (جو نجاشی کہلاتا تھا) کو ہمارے خلاف اُکسایا نجاشی عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ دشمنوں نے اسے کہا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیھا السلام اور عیسائی مذہب کو برا کہتے ہیں۔ اور نجاشی سے مطالبہ کیا کہ وہ ان عرب مسلمانوں کو جو ان کے مجرم ہیں واپس ان کے ساتھ بھیج دے۔ ہمیں نجاشی کے دربار میں طلب کیا گیا اور دینِ اسلام کے بارے میں پوچھا۔ میں ان لمحات کو کبھی بھول نہیں سکتا ہماری طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے اسلام کا تعارف کروایا اور سورۃ مریم کی چند آیات پڑھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارہ میں اسلامی نظریہ پیش فرمایا۔ جسے سن کر نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ اس واقعہ کا ذکر اجمالی طور پر قرآن کریم میں بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔

(المائدہ۔84)

’’اور جب وہ اس (کلام الٰہی) کو سنتے ہیں جو اس رسول پر اتارا گیا تو (اے مخاطب) تو دیکھتا ہے کہ جس قدر حق انہوں نے پہچان لیا ہے اس کی وجہ سے ان کی آنکھیں آنسوؤں (کے زور) سے بہہ پڑتی ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے پس ہمارا نام (بھی) گواہوں کے ساتھ لکھ لے‘‘۔

اس وضاحت کے بعد نجاشی نے قریش کے وفد کے ساتھ ہمیں بھجوانے سے انکار کر دیا اور ہمیں وہیں امن سے رہنے کی اجازت دے دی۔ ادھر نبوت کے تیرھویں سال آنحضرت ﷺ کی اجازت سے لوگ مدینہ (جو پہلے یثرب کہلاتا تھا) ہجرت کرنے لگے میں بھی ہجرت کر کے مدینہ پہنچ گیا اور باقی مہاجرین کے ساتھ قبا میں انصار کے خاندانوں کے ساتھ رہا انہوں نے ہماری خوب مہمان نوازی کی حتی کہ آنحضرت ﷺ بھی خود ہجرت کر کے اسی مقام پر پہنچ گئے ہم نے بھی حضورؐ کا انصار کے ساتھ مل کر استقبال کیا اور بعد میں اندرون شہر مدینہ میں منتقل ہوگئے اور اس طرح دو بار ہجرت کر کے مجھے مہاجرینؓ کے اس گروہ میں شامل ہونے کا فخر ہے جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوہرے ثواب کے مستحق ہیں۔

مؤاخاۃ انصار ومہاجرین

جو لوگ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے وہ مہاجرین کہلائے اور مدینہ کے جن مسلمانوں نے انہیں پناہ دی وہ انصار کے نام سے موسوم ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے انس بن مالکؓ کے مکان پر انصار و مہاجرین کو اکٹھا کر کے ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری کو آپس میں بھائی بھائی بنا کر انسانی ہمدردی اور اسلامی بھائی چارے کی بہترین مثال قائم فرمائی۔

آنحضرت ﷺ نے مجھے سعد بن معاذ انصاری کا بھائی بنایا۔ انصار نے مہاجرین کی تمام ضروریات کو پورا کیا اور بھائیوں سے بڑھ کر سلوک کیا سعد

بن معاذ قبیلہ اوس کے رئیس اعظم اور بہت مخلص انسان تھے۔ انہوں نے میرے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین

جنگوں کا آغاز

عرب ایک جنگ جو قوم تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد قریش نے مدینہ کے رؤسا کو لکھا کہ محمد (ﷺ) کو مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ اور آئندہ سے تم حج نہیں کرسکو گے۔ اس دوران آنحضرت ﷺ کو بھی دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی اجازت مل گئی۔

چونکہ دشمن کی طرف سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ ان کی نقل وحرکت معلوم کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے قافلے مدینہ کے اردگرد بھیجتے رہتے تھے اس کے علاوہ قریش کے تجارتی قافلے شام کی طرف آتے جاتے رہتے تھے۔ اور وہ بھی مدینہ کے پاس سے گزرتے تھے اس لئے مدافعت اور خبر رسانی کے لئے چھوٹے چھوٹے قافلے بھجوائے جاتے تھے۔ اس دوران قریش نے مدینہ پر کئی بار حملہ کیا جس کے نتیجہ میں کئی جنگیں ہوئیں۔ جنگ بدر، جنگ اُحد، جنگ خندق خاص طور پر مشہور ہیں۔ یہ سلسلہ صلح حدیبیہ تک جاری رہا جس کے بعد امن کے معاہدے کی پابندی کے لئے آنحضرت ﷺ نے بعض قافلے قریش کے تجارتی قافلوں کی حفاظت کے لئے بھجوائے اسی طرح بعض قافلوں کو دعوت اسلام کے لئے بھجوایا گیا اور حفاظت کے لئے وہ مسلح ہو کر جاتے تھے۔ یہی اس زمانے کا رواج تھا۔

غزوات النبیؐ میں شمولیت

مدینہ ہجرت کے جلد ہی بعد قریش مکہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان پہلی جنگ بدر کے مقام پر ہوئی۔ قریش مکہ نے ایک ہزار کا مسلح لشکر تیار کر کے مدینہ پر چڑھائی کر دی۔

آنحضرت ﷺ تین سو تیرہ صحابہؓ کو لے کر انہیں مدینہ کے باہر روکنے کے لئے نکلے۔ میں بھی اس جنگ میں شامل تھا۔ کفار کے لشکر میں میرے والد بھی شامل تھے اور اتفاق سے وہ میرے مقابل پر میدان جنگ میں آ گئے میں نے اسلام کی سربلندی کے لئے ان کے مقابلہ سے منہ نہ موڑا حتیٰ کہ وہ میرے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ بدر کی جنگ میں قریش کو شکستِ فاش ہوئی اور ان کے بڑے بڑے لیڈر مارے گئے۔

بدر کا بدلہ لینے کے لئے قریش مکہ نے اگلے سال مدینہ پر پھر چڑھائی کی اُحد پہاڑی کے دامن میں مقابلہ ہوا مسلمانوں کے لئے یہ بہت مشکل وقت تھا۔ میں اُحد کی جنگ میں بھی شامل تھا دشمن کی بھاری تعداد کو دیکھ کر منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تین سو آدمیوں سمیت میدان سے بھاگ گیا۔ تاھم آنحضرت ﷺ اور اکثر صحابہؓ ثابت قدم رہے۔ دشمن پسپا ہونے لگا اس دوران ایک درّہ جس پر پچاس تیرانداز مقرر تھے۔ خالی ہو گیا اور دشمن نے درّے سے آ کر پیچھے سے حملہ کر دیا مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگے آنحضرت ﷺ اور چند صحابہؓ مقابلہ کرتے رہے۔ آنحضرت ﷺ کے چہرہ

مبارک میں خود (یہ لوہے کی بنی ہوئی سر کی ٹوپی ہوتی ہے جسے جنگ میں اوڑھا جاتا ہے) کی دونوں کڑیاں ٹوٹ کر دھنس گئیں آپ بے ہوش ہو گئے میں نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر آپ کے رخساروں سے ٹوٹی ہوئی کڑیاں نکالیں مجھے اتنا زور لگانا پڑا کہ میرے دو دانت ٹوٹ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے جن چودہ صحابہؓ سے خوشنودی کا اظہار فرمایا ان میں مَیں بھی شامل تھا اور یہ محض اللہ کے فضل سے ہوا۔

مجھے غزوۂ خندق میں بھی شمولیت کا اعزاز حاصل ہوا اس موقع پر دشمن عرب کے سارے قبائل کو اکٹھا کر کے مدینہ پر حملہ آور ہوئے مدینہ کی حفاظت کے لئے ایک خندق کھودی گئی۔ تیئس دن محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ کی دعا سے یہ مصیبت ٹلی۔ افسوس کہ میرا انصاری بھائی سعد بن معاذؓ اس جنگ میں سخت زخمی ہو گیا اور اس کے جلد بعد اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گیا۔

چھ سال تک جنگ و جدال کا سلسلہ جاری رہا بالآخر قریش اور آنحضرت ﷺ کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ ہوا اور دس سال کے لئے جنگ بند کر دی گئی۔ آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ میں بھی مجھے شامل فرمایا اور صلح نامہ پر میرے بھی بطور گواہ دستخط کروائے اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو ایک عظیم الشان فتح قرار دیا۔ قریش کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہوا تو یہود کی طرف سے خطرہ بڑھا آنحضرت ﷺ نے خیبر کے قلعہ پر چڑھائی کی۔ غزوہ خیبر میں بھی مجھے شمولیت کی توفیق ملی۔ خیبر کا قلعہ آنحضرت ﷺ کی دعا سے

حضرت علیؓ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

قریش مکہ صلح حدیبیہ پر عمل کرنے میں ناکام رہے۔ آنحضرت ﷺ نے مکہ پر لشکر کشی کی اور رمضان سنہ 8ھ (بمطابق جنوری 630ء) میں مکہ فتح ہو گیا۔ اسلامی لشکر دس ہزار پاکبازوں پر مشتمل تھا۔ مکہ کی وادی میں داخل ہونے کے لئے چار درے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اسلامی فوج کو چار دستوں میں تقسیم فرما دیا اور ہر دستے پر ایک امیر مقرر فرما دیا اور مکہ میں الگ الگ درے سے ہر دستے کو داخل کرنے کی ہدایت فرمائی۔

سب سے بڑے دستے پر مجھے (ابوعبیدہؓ کو) امیر مقرر کیا گیا اور میں شمالی درہ سے گذر کر مکہ میں داخل ہوا۔

دوسرا دستہ حضرت علیؓ کا تھا وہ جنوبی درّہ سے مکہ میں داخل ہوئے۔

تیسرا دستہ زبیرؓ کا تھا وہ جنوب مغربی درّہ سے مکہ میں داخل ہوئے۔ چوتھا دستہ خالدؓ بن ولید کا تھا وہ عکرمہ اور صفوان کا مقابلہ کرتے ہوئے شمال مشرقی درّے سے مکہ میں داخل ہوئے۔

قریش نے مقابلہ کئے بغیر ہتھیار ڈال دیئے۔ ہمیں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مل کر طواف کعبہ کی توفیق ملی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ اس موقع پر سارے قریش مکہ کو اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے کی توفیق ملی۔ آنحضرت ﷺ نے ان سب سے باری باری بیعت لی۔ یہ عجیب نظارہ تھا وہ جو آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے خون کے

پیاسے تھے۔ وہ آنحضرت ﷺ کے جانثاروں میں شامل ہوگئے۔ یہ انقلاب آنحضرت ﷺ کی دعاؤں اور قربانیوں کے نتیجے میں رونما ہوا۔

فتح مکہ آنحضرت ﷺ کے غزوات کا سب سے اہم واقعہ ہے اس کے بعد بعض اور غزوات بھی ہوئے جن میں غزوہ حنین اور غزوہ طائف خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے ان غزوات میں بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

دیگر مہمات

ربیع الثانی سنہ 6ھ میں آنحضرت ﷺ نے ایک دستہ دے کر مجھے قبیلہ ثعلبہ اور انمار کو سزا دینے کے لئے بھیجا یہ لوگ مدینہ کے اطراف میں لوٹ مار کرتے تھے۔ میں نے ان کے مرکزی مقام ذی القصہ پر چھاپہ مارا جس کے نتیجہ میں یہ لوگ پہاڑوں میں بکھر گئے صرف ایک شخص گرفتار ہوا جس نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کرلیا۔ دراصل بعض مہمات صرف تجارت کی آزادی اور عام امن وامان قائم رکھنے کی غرض سے معرض وجود میں آئیں۔

سریہ ذات السلاسل میں شرکت

سنہ 8ھ میں مجھے ذات السلاسل میں بھی شرکت کا موقع ملا۔ آنحضرت ﷺ نے شام کی سرحد پر عمروؓ بن العاص کو تین سو مہاجر و انصار کا ایک لشکر دے کر بلی وعذرہ کے قبائل کی طرف بھیجا کہ قبیلہ قضاعہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ نمٹا جائے جو مسلمانوں پر حملہ کی نیت سے جمع ہوئے تھے۔

عمروؓ بن العاص جب اپنا لشکر لے کر مقام مقصود پر پہنچے تو انہیں علم ہوا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے ایک قاصد کو آنحضرت ﷺ کے پاس بھیج کر امداد کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی مدد کے لئے مجھے دو سو مسلمانوں کا لشکر دے کر بھیجا۔ میرے لشکر میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جا کر عمروؓ بن العاص سے مل جائیں اور سب مل کر جہاد کریں اور آپس میں کسی قسم کا اختلاف نہ کریں۔ چنانچہ ہمارے متحدہ لشکر کو دیکھ کر دشمن منتشر ہوگئے۔ بڑی مشکل سے ایک گھنٹہ تک لڑائی ہوئی ہوگی۔

سریہ خبط (سیف البحر)

رجب سنہ 8ھ میں قریش کا ایک قافلہ تجارت شام سے واپس آرہا تھا اسے قبیلہ جہنیہ کی طرف سے خطرہ تھا اس لئے آنحضرت ﷺ نے مجھے تین سو مسلمانوں کا لشکر دے کر مدینہ سے 5 دن کی مسافت پر جہنیہ کے علاقہ کی طرف روانہ فرمایا میرے لشکر میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ میں نے خدا پر توکل کر کے اور ہمت سے کام لے کر اپنے فرض کو نبھایا سفر میں ایک بار ایسی نوبت بھی آئی کہ سارے لشکر کو ایک ایک کھجور پر دن گذارنا پڑا اور کسی نے بھی شکوہ نہ کیا یہ آنحضرت ﷺ کی تربیت کا نتیجہ تھا۔

نجران اور بحرین میں خدمات

تاریخ اسلام میں سنہ 9ھ عام الوفود کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یعنی یہ

وہ سال ہے جب دور دراز سے وفد مدینہ میں آئے دراصل فتح مکہ کے بعد لوگوں کا اسلام کی طرف رجحان پیدا ہوا اور تحقیق کے لئے لوگ کثرت سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اسی سال نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ رسول پاک ﷺ کے پاس آیا اور اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔آنحضرت ﷺ نے اس وفد کو مباہلہ کی دعوت بھی دی جس کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے۔لیکن وہ لوگ ڈر گئے اور مباہلہ نہ کیا اور آنحضرت ﷺ سے جزیہ پر صلح کر لی اور تحریری معاہدہ لکھا گیا۔ان کی واپسی پر آنحضرت ﷺ نے مجھے تبلیغ اسلام کے لئے اور صدقات کی رقوم اکٹھی کرنے کے لئے ان کے ساتھ نجران بھجوایا اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے ''امین الامت'' کا لقب عطا فرمایا۔ جو آپ کی طرف سے میری دیانتداری کا سرٹیفکیٹ تھا۔ بعد میں لوگوں نے مجھے اس لقب سے بلانا شروع کر دیا اسے میں اپنے لئے ایک بہت بڑا اعزاز سمجھتا ہوں۔

سنہ 9ھ تک جزیرہ نما عرب کا بیشتر علاقہ اسلامی سلطنت میں آچکا تھا۔ غیر مسلموں کی حفاظت کی ذمہ داری آنحضرت ﷺ اور تمام مسلمانوں پر تھی جس کے بدلے ان سے جزیہ لیا جاتا تھا۔ بحرین سے مصالحت کے بعد علاءؓ بن حضرمی وہاں امیر مقرر ہوئے۔سنہ 9ھ میں مجھے جزیہ کی وصولی کے سلسلہ میں بحرین کا سفر کرنا پڑا اور میں اپنے کام میں کامیاب و کامران ہو کر واپس مدینہ پہنچا۔

وصال اکبر اور خلافت راشدہ کا قیام

تکمیل ہدایت یعنی قرآن کریم کے نزول کے جلد بعد 12 ربیع الاول سنہ 11ھ مطابق 5 جون 632ء کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا صحابہؓ کے لئے یہ بہت غمناک اور مشکل گھڑی تھی بعض لوگ آنحضرت ﷺ کی وفات سے انکار کر بیٹھے۔حضرت عمرؓ اپنے آقا محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق میں تلوار پکڑ کر کھڑے ہو گئے اور کہا جو یہ کہے گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔اس موقع پر حضرت ابوبکرؓ اٹھے اور انہوں نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی۔

وَمَامُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط أَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰىٓ اَعْقَا بِكُمْ ط

(آل عمران آیت:145)

کہ محمدؐ صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے سب رسول گذر چکے ہیں۔پس اگر وہ وفات پا جائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے۔

جس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح محمد ﷺ سے پہلے تمام انبیاء وفات پا چکے ہیں اسی طرح آج محمد ﷺ بھی وفات پا چکے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی خلافت کا سوال اٹھا کہ آنحضرت ﷺ کا خلیفہ کسے بنایا جائے اکثر لوگوں کی نگاہ حضرت ابوبکرؓ پر پڑی۔اس موقع پر سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کی طرف سے خلافت کا سوال اٹھایا گیا ان کا خیال تھا کہ خلیفہ انصار

میں سے چنا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ انصار سے گفتگو کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ چل دیا سقیفہ بنی ساعدہ پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:۔

'تم لوگ عمرؓ بن خطاب یا ابوعبیدہؓ میں سے کسی کی بیعت کرلو۔''

(بخاری)

جب انصار کی طرف سے اختلاف پیدا کیا گیا تو میں اٹھا اور انصار سے یوں مخاطب ہوا۔

''اے گروہِ انصار! تم نے سب سے پہلے امداد و اعانت کا ہاتھ بڑھایا تھا اس لئے تم اختلاف وافتراق کی طرح نہ ڈالو''۔

چنانچہ میری تقریر کے بعد تمام انصار و مہاجرین کا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر اجماع ہوگیا۔ اور ہم سب نے بڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا آغاز 13 ربیع الاوّل سنہ 11ھ مطابق 6 جون 632ء کو ہوا۔

شام کے محاذ پر شاندار خدمات (صوبہ شام کا تعارف)

عظیم روم کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوچکی تھی مشرقی روم اور مغربی روم۔ مشرقی روم کا دارالحکومت قسطنطنیہ اور مغربی روم کا دارالحکومت روم تھا۔ مشرقی رومن سلطنت میں شام ایک خوش نما صوبہ تھا اور وہاں کے لوگ مذہباً عیسائی تھے۔ انطاکیہ روم کی سلطنت کے ایشائی حصے کا دارالحکومت تھا۔ شام

کے بڑے شہر حلب، حمص، دمشق تہذیب وثقافت کے مرکز تھے۔ بحیرہ روم کے ساحل پر انطاکیہ، بیروت، صور، عکہ اور جافہ کے شہر بھی شام کے نہایت اہم شہر تھے جہاں تمام دنیا کے جہاز دکھائی دیتے تھے۔ مشرقی روم کا حکمران اعلیٰ قیصر روم کہلاتا تھا اس کا نام ہرقل تھا۔ دراصل شام کا علاقہ سیاسی لحاظ سے دو صوبوں پر مشتمل تھا۔ اصل شام شمال میں انطاکیہ اور حلب سے شروع ہوکر بحیرہ مردار کے آخر تک پھیلا ہوا تھا۔ بحیرہ مردار کے مغرب اور جنوب میں فلسطین کا صوبہ واقع تھا جو مذہبی لحاظ سے بہت مشہور تھا۔ شام اور فلسطین کے درمیان اردن کا علاقہ تھا یہ سارے علاقے مشرقی روم کے اہم حصے تھے۔ جنہیں بزنطینی مملکت بھی کہتے ہیں۔

محاذ شام کا پس منظر

صلح حدیبیہ کے بعد سنہ 7ھ میں آنحضرت ﷺ نے تبلیغی خطوط کے ذریعے عرب کے اردگرد اور دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کو اسلام کی دعوت پہنچائی۔ ایک خط آپ نے قیصر روم کو اور ایک خط غسانی حاکم کو بھی بھیجا جو جنوبی شام اور اردن پر حکومت کرتا تھا اور اس کا دارالحکومت بصریٰ تھا۔ اس کی حکومت شام کی رومی حکومت کے ماتحت تھی اور وہ روم کے شاہی خاندان میں شمار ہوتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا قاصد بصریٰ جانے کے لئے جب موتہ کے مقام سے گذرا تو اسے قتل کردیا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے بدلہ لینے کے لئے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت زید

بن حارثہؓ کے زیر کمان اس لشکر کو روانہ کیا۔ یہ لشکر تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ اسلامی لشکر کی دس پندرہ ہزار رومیوں کے ساتھ جمادی الاوّل سنہ 8ھ (مطابق اکتوبر 634ء) موتہ کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں اسلامی فوج کے سالار حضرت زید بن حارثہؓ شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد آنحضرت ﷺ کی ہدایت کے مطابق لشکر کی کمان حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے سنبھالی وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کے ہی مقرر کردہ سالار حضرت عبداللہ بن رواحہؓ تھے وہ بھی شہید ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے تینوں سالاروں کی یکے بعد دیگرے شہادت کے بعد اسلامی لشکر کی کمان حضرت خالدؓ بن ولید نے سنبھالی اور فوج کو مزید نقصان سے بچا کر واپس لے آئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں ''سیف اللہ'' یعنی اللہ کی تلوار کا خطاب دیا۔

جنگ موتہ کے بعد رومی سلطنت نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ ہجرت کے نویں سال مدینہ سے اطلاع ملی کہ قیصر روم شام کی سرحد پر مدینہ پر حملہ کرنے کے لے بڑی بھاری تعداد میں فوج اکٹھی کر رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تیس ہزار کا لشکر تیار کیا اور خود شام کی سرحد پر رجب سنہ 9ھ (مطابق نومبر 635ء) میں تبوک کے مقام پر پہنچے۔ تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان واقع ہے۔ آنحضرتؐ کی زندگی میں اتنا بڑا لشکر اس سے پہلے کبھی تیار نہیں ہوا تھا۔ گو عارضی طور پر رومی حملے کا خطرہ ٹل گیا تاہم آنحضرت ﷺ بعض سرحدی سرداروں کے ساتھ جنگی معاہدے کر کے مدینہ واپس تشریف لے آئے ان میں دومۃ الجندل کا علاقہ بھی شامل تھا جس

نے معاہدہ کر کے آنحضرت ﷺ کی اطاعت قبول کر لی۔ دومۃ الجندل وسطی عرب، عراق اور شام کے سنگم پر واقع تھا اور وہاں ایک عیسائی شہزادہ اکیدر حکومت کرتا تھا۔

شام پر لشکر کشی

آنحضرت ﷺ نے وصال سے کچھ دن پہلے موتہ کے شہیدوں کا بدلہ لینے کے لئے حضرت زید بن حارثہؓ کے نوعمر بیٹے حضرت اُسامہ بن زیدؓ کے زیر کمان ایک لشکر تیار کیا اس لشکر میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور کئی اور جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے۔ لشکر ابھی مدینہ سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ہو گیا اور حضرت ابو بکرؓ پہلے خلیفہ ہوئے۔ ادھر عرب کے کئی قبائل نے حضرت ابو بکرؓ کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی اور شام کا سرحدی علاقہ بھی جنہوں نے اطاعت قبول کی تھی باغی ہو گئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے ایک طرف اُسامہ بن زیدؓ کا لشکر موتہ کے شہیدوں کا بدلہ لینے کے لئے روانہ کیا۔ دوسری طرف باغیوں کی سرکوبی کے لئے پہلے خود میدان جنگ میں اُترے اور پھر گیارہ لشکر بنا کر اندرون عرب مختلف محاذوں پر بھجوائے ان میں عمروؓ بن العاص کو تبوک اور دومۃ الجندل کے علاقہ میں قضاعہ اور ودیعہ کے باغی قبائل کی طرف بھجوایا گیا اور خالدؓ بن سعید کو شامی سرحد پر باغی قبائل کی طرف بھجوایا گیا۔ عرب کے اندرونی حصے میں باغی قبائل نے ان مہمات کے نتیجے میں اطاعت قبول کر لی لیکن عراق اور شام کی طرف سے

خطرے میں اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عراق کی طرف حضرت خالدبن الولیدؓ کوسپہ سالار بنا کر بھیجا جہاں تقریباً سوا سال کے عرصے میں دجلہ اورفرات کے ساتھ ساتھ خالدؓ بن ولید نے نہ صرف سب علاقے فتح کیئے بلکہ فارس کی عظیم سلطنت کی بنیادیں ہلا دیں۔ اس دوران شام میں خطرات بڑھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کا بھجوایا ہوا دستہ جو خالدؓ بن سعید کے زیرکمان تھا سنہ 12ھ کے آخر میں (634ء کے شروع میں) تیما سے شام کی سرحد پر رومی فوج کے ساتھ الجھ پڑا۔ قریب تھا کہ وہ بری طرح نقصان اٹھاتا لیکن عکرمہؓ بن ابی جہل اس موقع پر موجود تھے انہوں نے بگڑی ہوئی صورت کوسنبھالا اور اسلامی لشکر کوخطرے سے نکالا۔

ان حالات میں حضرت ابوبکرؓ نے شام کے باقاعدہ محاذ کے لئے سات سات ہزار افراد پر مشتمل چار لشکر تیار کیئے اور ان پر الگ الگ سالار مقرر فرمائے۔

۱۔	عمروؓ بن العاص	فلسطین کے لئے
۲۔	یزیدؓ بن ابی سفیان	دمشق کے لئے
۳۔	شرحبیلؓ بن حسنہ	اردن کے لئے
۴۔	ابوعبیدہؓ بن الجراح	حمص کے لئے

حضرت ابوبکرؓ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اگر ان چاروں لشکروں کو کسی موقع پر اکٹھا لڑنا پڑے تو پورے اسلامی لشکر کا سالارِ اعظم میں (ابوعبیدہؓ) ہوں گا۔

صفر سنہ 13ھ (مطابق اپریل 634ء) میں یہ لشکر شام کے محاذ کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے چاروں لشکروں کی روانگی میں ایک ایک دن کا وقفہ تھا۔ میں اپنا لشکر لے کر معرقہ کے راستے شام کی طرف روانہ ہوا قیصر روم اس وقت حمص میں تھا۔ قیصر روم ہرقل (Heracluis) کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اجنادین میں فوجیں اکٹھی کرنی شروع کردیں جہاں سے وہ فلسطین یا اردن میں داخل ہونے والی کسی بھی اسلامی فوج کے خلاف کاروائی کرسکتا تھا۔ رومیوں کی فوج جو اجنادین میں اکٹھی ہورہی تھی اس کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو انہوں نے اس عزم کا ارادہ کیا اور فرمایا کہ:۔

''میں خالدؓ بن الولید کے ذریعے رومیوں اور شیطان کے ساتھیوں کو نیست ونابود کروں گا''۔

(طبری)

خالدؓ بن الولید عراق کے محاذ پر تھے انہیں حکم ملا کہ فوراً شام پہنچیں انہوں نے خلیفۂ وقت کے حکم سے نصف فوج عراق میں چھوڑی اور باقی نصف فوج لے کر ایک لق ودق صحرا کو عبور کیا اور بڑی جرأت سے فوج کو لے کر شام پہنچے انہوں نے اپنی اس جنگی ترکیب سے دشمن کو اپنی آمد کا علم نہ ہونے دیا۔

بصریٰ کی فتح

میں اپنا لشکر لے کر معرقہ کے رستے شام میں داخل ہوا تھا۔ یرموک سے گذرتے ہوئے میں نے بصریٰ کو محاصرے میں لے لیا شُرَحبیلؓ کا دستہ بھی

میرے ساتھ تھا۔رومی دستوں نے دو دفعہ قلعے سے نکل کر جنگ کی لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی اور پھر قلعہ بند ہو گئے۔خالدؓ بن الولید کی آمد پر باقاعدہ فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ہم نے غسانی حکومت کا مرکز بصریٰ فتح کر لیا۔ بصریٰ والوں کے ساتھ جزیہ کی ادائیگی پر صلح ہوئی۔

رومیوں نے وسط جمادی الاوّل سنہ 13ھ (مطابق وسط جولائی 634ء) میں اطاعت قبول کی۔بصریٰ پہلا اہم قصبہ تھا جو مسلمانوں نے شام میں فتح کیا۔اس کی باقاعدہ اطلاع خلیفۂ وقت حضرت ابوبکرؓ کو مدینہ بھجوائی گئی۔

جنگ اجنادین

اسلامی لشکروں کی شام میں آمد کی خبر ملتے ہی قیصر نے جو اس وقت حمص میں تھا اپنی فوجیں اجنادین میں جمع کرنی شروع کر دی تھیں۔اجنادین کے قریب شام فلسطین اور اُردن کی سرحدیں آپس میں ملتی تھیں ہرقل کا مقصد یہ تھا کہ وہ دمشق، فلسطین اور اردن جانے والے اسلامی لشکروں کو اجنادین کے پاس شکست دے کر واپس صحرائے عرب میں دھکیل دے گا چنانچہ جب اسے سرحدی مرکز بصریٰ کی فتح کا علم ہوا تو اس نے اجنادین میں 90 ہزار کی تعداد میں اکٹھی ہونے والی فوجوں کو تیار رہنے کا حکم دیا۔

ہم بصریٰ سے اسلامی لشکر اجنادین کی طرف لے کر آئے اس وقت سپہ سالار خالدؓ بن الولید تھے۔28 جمادی الاوّل سنہ 13ھ (مطابق 30 جولائی 634ء) کو اسلامی لشکر کو میدان جنگ میں وسیع کر کے پھیلا دیا گیا۔

یہاں ایک دلچسپ واقعہ ہوا، لڑائی سے قبل ایک عرب عیسائی کو رومیوں

نے ہماری جاسوسی کے لئے بھیجا۔اس نے واپس جا کر رومی سپہ سالار کو بتایا کہ مسلمان تعداد میں تو رومیوں کا تیسرا حصہ بھی نہیں ہیں لیکن رومی کسی صورت میں بھی مسلمانوں پر فتح حاصل نہیں کر سکتے۔رومی سپہ سالار نے وجہ دریافت کی تو اسے بتایا گیا کہ مسلمان مجاہدین رات کو عبادت کرتے ہیں، اپنے افسروں کی اطاعت کرتے ہیں اور دن کو لڑائی کے لئے کمربستہ رہتے ہیں جب کہ رومی رات کو شراب پیتے اور برائیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔رومیوں نے اسلامی لشکر کے ہر فرد کو ایک ایک قبا، ایک ایک عمامہ اور ایک ایک دینار اور سپہ سالار کو سو قبائیں، سو عمامے اور سو دینار لے کر واپس ہٹ جانے کی پیشکش کی۔خالدؓ بن الولید نے اسے اسلام قبول کرنے، جزیہ دے کر صلح کرنے یا لڑائی لڑنے کی دعوت دی اور کہا کہ قبائیں اور عمامے وغیرہ تو ہمیں فتح کے بعد مل ہی جائیں گے۔

رومی افسر نے سپہ سالار کو یہ پیغام پہنچایا جس سے وہ سخت غصے میں آ گیا اور قسم کھائی کہ وہ ایک ہی حملہ میں ہمیں تباہ کر دے گا۔لیکن اللہ کی شان ہے کہ سپہ سالار وردان انفرادی لڑائی میں مارا گیا اور جب باقاعدہ جنگ شروع ہوئی تو دشمن پچاس ہزار لاشیں چھوڑ کر بیت المقدس (یروشلم) کی طرف بھاگ کر پناہ گزین ہو گیا اس جنگ میں چار سو پچاس مسلمان شہید ہوئے۔

اجنادین کی فتح نے شام کو فتح کرنے کے لئے راستہ کھول دیا۔

دمشق کی فتح

دمشق ممالک شام کا مرکزی شہر تھا اور اسے شام کی جنت کہا جاتا تھا دمشق

ایک قلعہ نما شہر تھا۔ جس کی فصیل 35 فٹ بلند تھی شہر میں داخل ہونے کے لئے چھ دروازے تھے۔ فصیل کے باہر گہری اور کافی چوڑی پانی سے بھری ہوئی خندق تھی۔

اجنادین میں رومیوں کی شکست فاش کے بعد ہم دمشق کی طرف بڑھے اور محاصرہ کرلیا ایک دو مقامات پر رومیوں نے ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے۔

ہرقل کی بیٹی قلعہ دمشق میں رہتی تھی اور ہرقل کا داماد توما رومی فوج کا سپہ سالار تھا۔ دمشق میں رومی فوج کی تعداد ہزاروں میں تھی ہرقل نے انطاکیہ سے پانچ ہزار کی کمک بجھوائی جس کے سالار کلوسی نے ہرقل سے وعدہ کیا کہ وہ اسلامی سپہ سالار کا سر نیزہ پر رکھ لائے گا۔ لیکن اس امدادی فوج کو مسلمانوں نے رستے ہی میں روک لیا۔

خالدؓ بن الولید قلعہ کے مشرقی دروازہ کی طرف تھے۔ میں مغربی دروازے کی طرف تھا۔ شمال کی طرف شُرَحبیلؓ اور عمروؓ بن العاص تھے اور جنوب میں یزیدؓ بن ابی سفیان اپنے اپنے دستے لے کر موجود تھے۔ ضرارؓ دو ہزار سواروں کے متحرک دستے کے ساتھ رات کو قلعے کے دروازوں کے درمیان خالی حصوں پر گشت کرتے تھے۔ رومی سپاہی اندر سے مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسا رہے تھے۔ محاصرہ 20 جمادی الاوّل سنہ 13ھ (مطابق 20 اگست 634ء) کو شروع ہوا تھا اور کئی ماہ جاری رہا۔

ہم راتوں کو دمشق میں داخل ہونے کے منصوبے سوچتے رہتے اور اللہ

تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہتے۔ حتیٰ کہ خالدؓ بن الولید شرقی جانب سے خندق پار کرکے فصیل پر چڑھ کر قلعے کے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے انہوں نے شرقی پھاٹک کے محافظوں کو قتل کرکے پھاٹک کھول دیا اور بلند آواز سے اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے فوج قلعے کے اندر داخل ہوگئی۔ دمشق والے اس اچانک حملے کی تاب نہ لاسکے۔ انہوں نے قلعے کے سب دروازے کھول دیئے۔ اس طرح 19 رجب سنہ 13ھ (مطابق 18 دسمبر 634ء) کو دمشق فتح ہوگیا۔ توما نے میرے ساتھ امن کا معاہدہ کرنے اور جزیہ ادا کرنے کی پیشکش کی جسے میں نے قبول کرلیا۔ ایک طرف سے خالدؓ بن الولید کی فوج اور دوسری طرف سے میری فوج دمشق میں داخل ہوئی اور ہماری ملاقات شہر کے وسط میں ہوئی۔ اس کے بعد باقاعدہ معاہدہ لکھا گیا۔ جس پر خالدؓ بن الولید نے بھی دستخط کئے۔ اہل دمشق کو تین دن کی مہلت دی گئی کہ وہ امن و امان کے ساتھ سارا مال و متاع لے کر دمشق سے نکل جائیں۔

خالدؓ بن ولید نے جس ترکیب سے فصیل پھلانگ کر شرقی پھاٹک کھولا وہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ انہیں ایک روز معلوم ہوا کہ دمشق کے بڑے پادری (بطریق دِمشق) کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ جس کی خوشی میں رات کو جشن منایا جانے والا ہے اور رومی سپاہی شراب میں مدہوش ہوں گے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر رات کے وقت خندق کو مشکوں سے پار کیا گیا اور چند ساتھیوں کو لے کر فصیل پر کمندیں ڈالیں اور فصیل پر چڑھ گئے اور چند سپاہی قتل کرکے قلعے کا شرقی دروازہ کھول دیا۔ فوج اتنی بلند آواز سے اللہ اکبر کے نعرے لگاتی ہوئی

دروازے میں داخل ہوئی کہ دمشق کے لوگ اس اچانک حملے سے سخت گھبرا گئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ دمشق کی فتح ایک عظیم واقعہ تھا۔ جس کی اطلاع دینے کے لئے خالد بن الولید نے ایک خط حضرت ابوبکرؓ کو لکھا اور ایک قاصد کے ہاتھ مدینہ بھجوانا چاہا۔ خالدؓ بن الولید نے میری شکایت بھی کی کہ وہ فاتحانہ شان سے دمشق میں داخل ہوئے اور میں نے رومیوں سے مصالحت کر لی۔ میں نے خالدؓ بن الولید کو روکا اور بتایا کہ محاصرے کے دوران مجھے خط کے ذریعے اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکرؓ فوت ہو گئے ہیں اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہو گئے ہیں اور حضرت عمرؓ نے مجھے سپہ سالار بنا دیا ہے۔ اس پر خالدؓ بن الولید نے قاصد کو روک لیا۔

سپہ سالار اعظم کا عہدہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز رجب سنہ 13ھ میں ہوا تھا۔ دمشق کے محاصرے کے دوران ہی حضرت عمرؓ کے احکامات کے تحت مجھے اسلامی فوج کا باقاعدہ سپہ سالار اعظم بنا دیا گیا لیکن حکمت سے کام لیتے ہوئے دمشق کی فتح تک میں نے اسے صیغہ راز میں رکھا۔ جو خط حضرت عمرؓ نے لکھا وہ یہ ہے:۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

”میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں جو لایزال ہے جب کہ باقی ہر چیز فانی ہے۔ جو ہمیں گمراہی سے بچنے کی راہ دکھاتا ہے اور

جو ہمیں اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آیا ہے۔

میں تمہیں خالدؓ بن الولید کی فوج کا سپہ سالار اعظم مقرر کرتا ہوں۔ چنانچہ اپنا فرض ادا کرتے ہوئے یہ منصب سنبھال لو۔

حصول غنیمت کے لئے مسلمانوں کو تخریب میں مبتلا نہ کرنا اور مسلمانوں کو کسی ایسے پڑاؤ پر نہ ٹھہرانا جس کا تم نے پہلے جائزہ نہ لے لیا ہو اور جس کے حالات سے تم باخبر نہ ہو۔

کوئی ایسی مہم روانہ نہ کرنا جس کے دستے کما حقہٗ منظّم نہ ہوں اور خبردار کوئی ایسا قدم نہ اٹھانا جو مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث بن سکتا ہو۔

اللہ نے تمہارے ذریعے میری آزمائش کی ہے اور میرے ذریعے تمہیں آزمایا ہے۔ اس دنیا کی ترغیبات سے ہوشیار رہو کہ کہیں یہ تمہیں بھی اسی طرح تباہ نہ کر دیں جس طرح انہوں نے تم سے پہلے اوروں کو تباہ کیا اور تم جانتے ہو کہ وہ کس طرح اپنے مقام سے گرے“۔

(اللہ کی تلوار خالدؓ بن الولید از میجر جنرل آغا ابراہیم اکرم۔ بحوالہ طبری جلد 2 صفحہ 632)

خلیفۂ وقت کے حکم کے ماتحت میں نے سب لشکروں کی کمان سنبھال لی اور خالدؓ بن الولید نے خلیفۂ وقت کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر کے بڑی بشاشت سے میرے ماتحت رہ کر شام کے معرکوں میں شامل رہنا قبول کر لیا۔ یہ ان کی عظمت اور حقیقی شجاعت کی روشن دلیل ہے۔

جنگ فحل

دمشق کی فتح سے رومیوں کو بہت صدمہ پہنچا۔ انہوں نے مسلمانوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے ہرقل کو امداد کے لئے کہا۔ ہرقل نے شمالی شام اور جزیرہ اور یورپ سے تعلق رکھنے والے تازہ دم امدادی دستے تیار کئے اور ان کا ایک حصہ شام کے شمال میں انطاکیہ میں جمع ہوا اور دوسرا حصہ بحیرہ روم کے راستے شام اور فلسطین کی بندرگاہوں پر اترا اور اردن کے شہر بیسان کے مقام پر اکٹھا ہوا۔ فحل میں جو دریائے اردن کے عین مشرق میں واقع تھا پہلے ہی ایک محافظ رومی دستہ موجود تھا۔

نئی رومی فوج اسی ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ فحل کے مقام پر شدید جنگ ہوئی۔ دس ہزار رومی سپاہی مارے گئے۔ باقی بیسان کی طرف بھاگ گئے۔ شُرَحبیلؓ اور عمروؓ کو بیسان کی طرف بھجوایا گیا جہاں انہوں نے قلعے کا محاصرہ کرلیا اور جلد ہی اہل بیسان مطیع ہوگئے۔

چودھویں ہجری کے شروع میں شُرَحبیلؓ اور عمروؓ فلسطین کی طرف متوجہ ہوئے۔ یزیدؓ بن ابی سفیان بحیرہ روم کے ساحلی علاقے کی طرف متوجہ ہوئے۔

سنہ 14 ھ کے اختتام تک فلسطین، اردن اور سوائے یروشلم اور قیساریہ کے سارا شام مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ صلح کے معاہدوں میں عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ہم نے لی۔

مرج الرّوم پر قبضہ

دمشق کے مغربی اور جنوب مغربی علاقے میں ایک طویل مرغزار ''مرج الرّوم'' کے نام سے مشہور تھا۔ میں اور خالدؓ بن الولید اسی مرغزار کی طرف بڑھ رہے تھے تا کہ دمشق کو ایک طرف چھوڑ کر سیدھے حمص پہنچ جائیں اور ادھر ہرقل نے دمشق کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے انطاکیہ سے تھیوڈرس کو ایک بڑی فوج دے کر دمشق کی طرف بھیج دیا اس کے پیچھے کمک کے طور پر شنس نامی ایک سالار کو حمص سے ایک اور بڑی فوج دے کر روانہ کر دیا۔ مرج الروم میں رومی فوجوں کا ہمارے ساتھ آمنا سامنا ہوا۔ تھیوڈرس چکر دے کر شنس کو مرج الروم میں مسلمانوں سے الجھا کر خود دمشق کی طرف روانہ ہوگیا دمشق میں یزیدؓ بن ابی سفیان اپنے دستے کے ساتھ موجود تھے۔ تھیوڈرس نے یزیدؓ کی فوج پر حملہ کر دیا ادھر میں نے خالدؓ بن الولید کو یزیدؓ کی مدد کے لئے دمشق بھیجا اور خود شنس کی فوج سے مرج الروم میں جنگ لڑی اِدھر شنس میرے ہاتھوں قتل ہوا اُدھر تھیوڈرس خالدؓ بن الولید کے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ جنگ محرم سنہ 14 ھ (مطابق مارچ 635ء) میں ہوئی اور جنگ مرج الرّوم کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں بھی فتح دی۔

حمص کی فتح

مرج الرّوم اور دمشق میں جنگی قیدیوں کے معاملات طے کرنے کے بعد

میں نے خالدؓ بن الولید کو ان کی فوج کے ساتھ سیدھا حمص روانہ کر دیا اور خود بعلبک کی طرف پیش قدمی کی۔ بعلبک کے قلعہ بند دستے نے بالکل پر امن طور پر ہتھیار ڈال دیئے جہاں سے میں حمص پہنچا۔ خالدؓ بن الولید پہلے ہی حمص کا محاصرہ کر چکے تھے میرے پہنچنے پر حمص والوں نے امن کے معاہدے کی پیشکش کی جسے منظور کر لیا گیا۔ معاہدہ ہوتے ہی حمص شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔

اہل قنسرین نے بھی اسی قسم کے معاہدے کی پیشکش کی اور دونوں معاہدوں کے مطابق حمص اور قنسرین پر حملہ ایک سال کے لئے ملتوی کر دیا گیا اصل میں حمص اور قنسرین کے رومی حکمرانوں نے یہ معاہدے مسلمانوں کے فوری حملے کو ٹالنے کے لئے کئے تھے۔ ورنہ ان کا خیال تھا کہ ہرقل جلد ان کو امدادی فوج بھیج دے گا جس سے وہ مسلمانوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ تاہم شام کے شمالی علاقوں میں مسلمانوں کا اثر و رسوخ بڑھنے لگا اور میری تقسیم کی ہوئی فوج نے شمال میں حلب تک سفر کیا اور ہر جگہ فتح حاصل کی شام کے ان علاقوں میں یہاں کے شہریوں نے بڑے پیمانے پر اسلام قبول کیا۔

ادھر ہرقل نے امدادی افواج حمص کی طرف بھیجیں جن کے پہنچنے پر حمص اور قنسرین والوں نے معاہدوں کی خلاف ورزی کی اور مسلمانوں کو حمص کا دوبارہ محاصرہ کرنا پڑا سخت سردی کا موسم تھا۔ لیکن اسلامی لشکروں نے ہمت نہ ہاری۔ اس دوران محرم سنہ 15ھ (مطابق مارچ 636ء) میں حضرت عمرؓ نے خالدؓ بن ولید کے دستے کو جو عراق سے شام ان کے ساتھ آیا تھا واپس عراق سعد بن ابی وقاص کے پاس بھیجنے کا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

رومی فوج اسلامی فوج کے ایک دستے کو عراق جاتے دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ باقی اسلامی فوج کو وہ شکست دینے کے قابل ہو جائیں گے۔ کیونکہ اب اسلامی دستوں کی تعداد کم ہو گئی تھی۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد فرمائی مسلمان افواج کی ہمت اور خالدؓ بن ولید کی جنگی حکمت عملی کے آگے رومیوں کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اور مسلمانوں نے ہر اس فوج کو شکست دی جو ہرقل کی طرف سے امداد کے طور پر بھیجی گئی۔

چنانچہ حمص والوں نے بالآخر ہتھیار ڈال دیئے۔ حمص فتح ہوا تو حماۃ شیزر اور مرۃ النعمان نے بھی یکے بعد دیگرے اطاعت قبول کر لی۔ لاذقیہ بھی ایک معمولی سی مہم کے بعد فتح ہو گیا جس کی سرداری میں خود کر رہا تھا۔ یہاں سے ہم مزید شمال کی طرف بڑھے اور ہرقل کے پایہ تخت انطاکیہ فتح کرنے کا ارادہ کیا۔

لیکن حضرت عمرؓ نے اس کی اجازت نہ دی۔ دراصل ہرقل بہت بھاری تیاری کر کے ایک عظیم اور فیصلہ کن جنگ ہم سے لڑنا چاہتا تھا اور اس وجہ سے شام میں مزید پیش قدمی روک دی گئی اور ہم واپس حمص آ گئے۔

جنگ یرموک

قیصر روم ہرقل کو ہماری پے در پے فتوحات سے بہت غصہ آیا اس نے ارادہ کیا کہ اپنے زیر تسلط تمام ممالک کی بہادر ترین فوجیں شام میں اکٹھی کر کے مسلمانوں کو واپس عرب میں دھکیل دے۔ چنانچہ ہرقل نے قسطنطنیہ، الجزیرہ، آرمینیہ وغیرہ سے ایک لاکھ پچاس ہزار کی تعداد میں افواج انطاکیہ

میں اکٹھی کرلیں جس میں بارہ قوموں کے بہادر سپاہی شامل تھے جن میں امراء شہزادے اور بڑے بڑے پادری بھی تھے۔

ہماری فوج چار حصوں میں تقسیم ہوچکی تھی۔ شمالی شام میں حمص کے مقام پر میں اور خالدؓ بن ولید تھے۔ فلسطین میں عمروؓ بن العاص تھے۔ اردن میں شُرحبیلؓ بن حسنہ اور قیساریہ میں یزیدؓ بن ابی سفیان تھے۔

ہمیں جب دشمن کی افواج کی اطلاع ملی تو میں نے خالدؓ بن ولید اور دوسرے سپہ سالاروں سے مشورہ کیا اور یہ طے ہوا کہ سارے اسلامی لشکروں کو دمشق میں جمع کیا جائے اور عرب کی سرحد کے قریب مقابلہ کیا جائے۔ جب ہرقل کی جنگی تیاریوں کی خبر ملی تو اردن کے بعض علاقوں نے بغاوت کردی میں نے ان سب واقعات کی اطلاع حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچائی اور مدد اور دعا کی درخواست کی حضرت عمرؓ نے پیغام بھیجا کہ اسلامی فوجیں ثابت قدم رہیں۔ نیز اطمینان دلایا کہ امدادی فوج یعنی کمک آرہی ہے۔

حمص کو چھوڑنے سے پہلے میں نے ان سے لیا ہوا جزیہ واپس کرنے کا حکم دیا کیونکہ جنگ کے دوران ہم ان کی حفاظت نہیں کرسکتے تھے۔ اس کی وجہ سے وہ لوگ اسلامی تعلیمات سے بہت متاثر ہوئے اور ان کی دعائیں بھی ہمارے شامل حال ہوگئیں۔ جب دمشق کے پاس تمام اسلامی لشکر اکٹھے ہوگئے تو میں نے جنگ کا منصوبہ بنانے کا کام خالدؓ بن ولید کے سپرد کیا وہ جنگی حکمت عملی میں ہم سب سے زیادہ ماہر تھے۔ منصوبے کے مطابق اسلامی فوج کو جابیہ اور دریائے یرموک کے درمیان گیارہ میل لمبے محاذ پر پھیلا دیا گیا اس

امر کی اطلاع میں نے حضرت عمرؓ کو لکھ کر بھجوائی کہ اسلامی لشکر دریائے یرموک کے درمیان جولان کے قریب متعین ہے۔ اس دوران ہرقل کی فوج بھی نہایت شان وشوکت سے پہنچ گئی رومی فوجوں کے درمیان عیسائی پادری کھڑے صلیبیں لہرا رہے تھے اور رومی فوج پوری طرح مسلح تھی۔

حضرت عمرؓ کی بھجوائی ہوئی کمک بھی پہنچ گئی اور ہماری کل تعداد چالیس ہزار ہوگئی تاہم رومی فوج ڈیڑھ سے دولاکھ کے لگ بھگ ہوگی۔ میں نے اسلامی فوج کے محاذ کے پیچھے ان دستوں کے بیوی بچوں کو رکھا اور انہیں نصیحت کی کہ اگر کوئی مسلمان سپاہی بھاگ کر پیچھے آئے تو عورتیں خیموں کے بانس اور پتھر لے کر ان کی مرمت کریں اس وقت اسلام پر بہت نازک وقت تھا ہم تعداد میں بہت کم تھے۔ نہ ہمارے پاس اسلحہ تھا نہ راشن اور نہ ہی سواریاں اور نہ ہی سپاہیوں کے پاس باقاعدہ وردیاں تھیں جب کہ دشمن کے پاس سب کچھ تھا اور بظاہر ہمارے بچنے کی امید نہ تھی۔ لیکن ہمارے دل ایمان سے بھرے ہوئے تھے اور آنحضرت ﷺ نے اسلامی افواج کی فتوحات کی جو پیش خبریاں بتائی ہوئی تھیں ان پر ہمیں پورا یقین تھا۔ آنحضرت ﷺ کو غزوہ خندق کے دوران ایک پتھر توڑتے ہوئے ایک کشفی نظارہ دکھایا گیا تھا۔ آپ کو قیصر وکسریٰ کی مسلمانوں کے ہاتھوں تباہی اور اسلام کی غیر معمولی ترقیات کی خبریں دی جاچکی تھیں اس لئے ہمیں اپنی کمزوری کے باوجود اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر کامل بھروسہ تھا۔

چنانچہ جنگ ہوئی اور بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ رومی دستوں کا ایک حصہ تھکتا تو دوسرا تازہ دم آگے آجاتا پھر تیسرا آتا اور ہمارا وہی دستہ ان سب کا

مقابلہ کرتا۔مسلمانوں نے اپنے وجودوں کو وہ قوت اور برداشت دکھانے پر مجبور کیا جن کے لئے انسانی جسم بنائے ہی نہیں گئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ہماری غیر معمولی نصرت فرمائی اور ہمیں معجزانہ طور پر فتح نصیب ہوئی اس جنگ میں ستر ہزار رومی مارے گئے اسی ہزار بھاگ گئے مسلمان شہدا کی تعداد چار ہزار تھی۔قیصر روم بھاگ کر قسطنطنیہ چلا گیا۔

جنگ یرموک اسلام کی ایک شاندار فتح تھی اس جنگ میں قریش کے کئی نامور خاندانوں کے نوجوانوں کو بھی جوہر دکھانے کا موقع ملا جو اپنی عزت بحال کرنے کے لئے حضرت عمرؓ کی تحریک پر اس جنگ میں شامل ہوئے تھے۔ اور سارے کے سارے نہایت بہادری سے لڑ کر شہید ہو گئے ایسے لوگوں میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہؓ بھی شامل تھا۔جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوا تھا۔

مجھے بتایا گیا کہ جب میں نے حضرت عمرؓ کو امدادی فوج بھجوانے کے لئے لکھا تو اس سے پہلے دربار خلافت میں ایک عجیب واقعہ ہو چکا تھا۔رؤسا مکہ کی اولاد میں سے کچھ نو مسلم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس دوران کچھ حبشی غلام آئے۔جنہیں ابتدائے اسلام میں ہی رسول اللہؐ پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہو چکی تھی۔اور اسلام کی خاطر انہوں نے بڑی مصیبتیں برداشت کی تھیں کسی کو تپتی ریت پر مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا گیا اور کسی کو دہکتے کوئلوں پر لٹایا گیا اور کسی کو مار مار کر ہلکان کیا گیا لیکن ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہ آئی۔وہ اب اسلام میں سب سے زیادہ باعزت لوگ تھے اور رسول اللہؐ کے خاص صحابہؓ میں سے تھے ان کی آمد پر حضرت عمرؓ نے رؤسا مکہ

کے مسلمان بچوں کو پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیا وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے جوتیوں کی جگہ تک جا پہنچے۔ایک وہ وقت تھا کہ یہی حبشی ان کے آباؤ اجداد کے غلام تھے اور آج یہ وقت آیا کہ ان کے مقابلے پر رؤساء قریش کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ بعد میں انہوں نے حضرت عمرؓ سے اپنی خاندانی عزتوں کے بحال ہونے کی ترکیب پوچھی۔حضرت عمرؓ جوان کی خاندانی وجاہتوں سے پوری طرح باخبر تھے اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے آپ نے ان قریش زادوں کو شام کے جہاد پر شامل ہونے کا اشارہ کیا۔چنانچہ یہ لوگ امدادی فوج میں شامل ہو کر میرے پاس آئے اور جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور اتنی بہادری سے لڑے کہ ہزاروں دشمنوں کو مار کر خود بھی اسی میدان جنگ میں شہید ہوئے اور اس طرح اسلام نے ایک بار پھر ان کے خاندانوں کی عزتیں بحال کر دیں۔

یرموک کی فتح کے بعد میں نے ایک وفد حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ میں اطلاع دینے کے لئے بھیجا۔حضرت عمرؓ بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔کئی راتیں آپ نے جاگ کر اور ساری ساری رات دعائیں کر کے گزاری تھیں۔ مسلمانوں کی فتح کی خبر سن کر آپ سجدے میں گر گئے اور مدینہ کی فضاء اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔

بیت المقدس کی فتح

یرموک کی فتح کے بعد میں نے ایک دستے کو دمشق پر قبضہ کرنے کے لئے

روانہ کیا اور باقی فوج کے ساتھ خود ایک ماہ تک یرموک کے پاس جابیہ میں رہا اور کچھ انتظامی امور نمٹائے۔ آخر شعبان سنہ 15ھ (مطابق اکتوبر 636ء) میں فوجی مشاورت بلائی اور بیت المقدس اور قیساریہ کی فتح کے بارے میں مشورہ کیا اور شوریٰ کی کاروائی منظوری اور احکامات جاری کرنے کے لئے خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں بھجوائی۔

حضرت عمرؓ کی طرف سے بیت المقدس کو فتح کرنے کی اجازت مل گئی۔ میں فوج لے کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا۔ خالدؓ بن الولید کو ان کے متحرک ہراول دستے سمیت روانہ کر دیا گیا۔ رومی محافظ فوج قلعہ بند ہوگئی۔ چار ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر بیت المقدس کے بڑے پادری (بطریق) نے ہتھیار ڈالنے اور جزیہ دینے کی اس شرط کے ساتھ پیشکش کی کہ خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ خود معاہدے پر دستخط کرنے کے لئے آئیں۔

حضرت عمرؓ پہلے جابیہ آئے جہاں میں نے خالدؓ بن ولید اور یزیدؓ بن ابی سفیان وغیرہ کو ساتھ لے کر حضرت عمرؓ کا استقبال کیا۔ عمروؓ بن العاص محاصرہ کرنے والے فوجی دستے کی قیادت کر رہے تھے۔

حضرت عمرؓ نہایت سادہ کپڑوں میں ملبوس تھے۔ ہم نے ان کی خدمت میں کپڑوں کا ایک قیمتی جوڑا اور ایک ترکی گھوڑا پیش کیا۔ آپ نے وہ کپڑے پہن لئے اور گھوڑے پر سوار ہوگئے لیکن تھوڑی دور جا کر گھوڑے سے اتر بیٹھے۔ فرمایا میرا وہی لباس اور اونٹ لاؤ۔ ہمیں جو اسلام کی عزت ملی ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ چنانچہ آپ نے سادہ لباس میں بیت المقدس کے

بڑے پادری سے ملاقات کی اور معاہدہ کیا۔

عیسائی پادری اس عظیم خلیفہ اور حکمران کی سادگی پر حیرت زدہ ہوگیا۔

حضرت عمرؓ کی بیت المقدس میں آمد ایک عظیم واقعہ تھا۔ مسلم افواج نے آپ کو دیکھ کر خوشیاں منائیں۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ بلالؓ بھی تھے جو آنحضرت ﷺ کی زندگی میں مسجد نبویؐ میں اذان دیا کرتے تھے اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پھر انہوں نے کبھی اذان نہ دی تھی۔ یہاں صحابہؓ نے خواہش ظاہر کی کہ حضرت بلالؓ اذان دیں۔

حضرت عمرؓ کے ارشاد پر بلالؓ نے اذان دی۔ مسلمانوں کے خیالوں میں آنحضرت ﷺ کا زمانہ سامنے آ گیا۔ اکثر آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور دل رسول اللہ ﷺ کی یاد میں تڑپ اٹھے۔

حضرت عمرؓ اور بطریق کے درمیان معاہدے میں معمولی جزیہ کے بدلے رومیوں کے مال و جان اور مذہب اور عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کی گئی۔ معاہدے پر خالدؓ بن ولید، عمروؓ بن العاص، عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور معاویہؓ بن ابی سفیان نے بطور گواہ دستخط کئے۔ یہ معاہدہ ربیع الاوّل سنہ 16ھ (مطابق اپریل 637ء) کو ہوا۔

حضرت عمر کا شام کے مفتوحہ علاقوں کا دورہ

بیت المقدس میں دس دن قیام کے بعد حضرت عمرؓ نے شام کے فتح کئے ہوئے بعض علاقوں کا دورہ فرمایا، ہدایات دیں اور مدینہ واپس تشریف لے

گئے۔ حضرت عمرؓ کی ہدایات کے مطابق یزیدؓ بن ابی سفیان کو قیساریہ جا کر دوبارہ بندرگاہ کا محاصرہ کرنے کے لئے بھیج دیا گیا تھا۔

عمروؓ بن العاص اور شُرحبیلؓ بن حسنہ کو فلسطین اور اردن پر از سرِ نو قبضہ کرنے کے لئے بھیج دیا گیا۔ میں اور خالدؓ بن ولید سترہ ہزار فوج لے کر بیت المقدس سے شام کے شمال میں فتوحات کے لئے روانہ ہو گئے۔

قنسرین کی فتح

میں جابیہ سے دمشق گیا جو اب مسلمانوں کے قبضے میں تھا اور وہاں سے حمص پہنچا۔ حمص والوں نے میرا خیر مقدم کیا۔ میری اگلی منزل قنسرین تھی۔

خالدؓ بن ولید کے ہراول دستے کے ساتھ رومیوں نے قنسرین سے تین میل مشرق کی طرف جنگ کی اور بُری طرح شکست کھائی۔ جہاں سے وہ قنسرین پہنچے۔ قنسرین والے قلعہ بند ہو گئے اور بالآخر جمادی الاوّل سنہ 16ھ (مطابق جون 637ء) میں ہتھیار ڈال دیئے۔ میری ملاقات خالدؓ بن ولید سے قنسرین میں ہوئی۔

حلب کی فتح

قنسرین سے میں اور خالدؓ بن ولید حلب کی طرف روانہ ہوئے۔ حلب والے بھی قلعہ بند ہو گئے۔ ہم نے حلب کا محاصرہ کر لیا۔ چار ماہ بعد رومیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور امن وامان سے رخصت ہو گئے۔ ان کے سپہ سالار یوقنہ نے جانے سے انکار کر دیا اور اسلام قبول کر کے اسلامی جھنڈے تلے لڑنا پسند کیا۔

انطاکیہ کی فتح

اگلا معرکہ انطاکیہ میں ہوا۔ 12 میل پہلے محروبہ میں ہمارا مقابلہ پھر ایک زبردست رومی لشکر سے ہوا۔ اجنادین اور یرموک کے علاوہ یہاں بھی رومیوں کا بے حد نقصان ہوا۔ رومی فوج بھاگ گئی۔ مسلمانوں نے بڑھ کر انطاکیہ کا محاصرہ کر لیا اور کچھ ہی دن بعد شام کے اس سب سے بڑے شہر نے جو مشرقی شہنشاہی روم کے ایشیائی حصہ کا صدر مقام تھا ہمارے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ شوال سنہ 16ھ (مطابق 30 اکتوبر 637ء) کو میں فاتح بن کر انطاکیہ میں داخل ہوا اور رومی فوج کو امن کے ساتھ رخصت ہونے کی اجازت دے دی۔

رومیوں کی آخری کوشش

سولھویں ہجری سال (مطابق 637ء) کے آخر تک سارا شام اور فلسطین مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ تاہم قیساریہ کی بندرگاہ پر ابھی محاصرہ جاری تھا۔

حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق عمروؓ بن العاص کو فلسطین کا حاکم بنا کر مقرر کیا گیا۔ شُرحبیلؓ بن حسنہ کو اردن کا، یزیدؓ بن ابی سفیان کو دمشق کا حکم مقرر کیا گیا اور مجھے حمص کا حکمران مقرر کیا گیا۔ خالدؓ بن ولید میرے ماتحت قنسرین کے عامل مقرر ہوئے۔

چند ماہ بعد سنہ 17ھ میں شمالی شام کے علاقہ میں پھر جنگ کے بادل امڈ آئے۔ اسلامی فوج حمص میں اکٹھی کر لی گئی۔ عیسائیوں نے حمص پر دوبارہ

لشکر کشی کی لیکن ناکام ہوئے۔ اس معرکے میں جزیرے کے لوگ رومی افواج میں شامل تھے۔ مصر اور شام کے عیسائی لشکروں کے ساتھ شام کے علاقوں کی واپسی کے لئے قیصر روم کی یہ آخری کوشش تھی۔

حمص کے مقام پر خون ریز جنگ ہوئی اور رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ یہ میرا بھی آخری معرکہ تھا جو بطور سپہ سالار اعظم مجھے پیش آیا۔

اشاعت اسلام اور نومبایعین کی تعلیم و تربیت

شام کی فتح کے بعد شام کے باشندوں کو مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر وہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے۔ کسی ایک شخص کو بھی زبردستی مسلمان نہیں بنایا گیا۔

میں نے اس امر کا بھی خیال رکھا کہ اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ نومبایعین کی تعلیم و تربیت بھی ہوتی رہے۔

چنانچہ مفتوحہ شہروں میں درس قائم ہوئے جن میں نومبایعین کو قرآن کریم کی تعلیم دینے اور فقہ کے مسائل حل کرنے کا انتظام کیا گیا۔

عام الرّمادہ

سنہ 18ھ میں مدینہ میں سخت قحط پھوٹ پڑا۔ یہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا پانچواں سال تھا۔ حضرت عمرؓ نے بڑی حکمت سے اقدام کئے میں غلے سے لدے ہوئے چار ہزار اونٹ لے کر دربار خلافت میں جا حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ حضرت عمرؓ کی اپنی یہ حالت تھی کہ خود بھوکے رہ کر

دوسروں کو کھانا کھلاتے تھے حتیٰ کہ یہ مصیبت ٹل گئی۔

طاعون عمواس

محرم سنہ 18ھ (مطابق جنوری 639ء) میں عمواس کے مقام پر طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔ عمواس فلسطین کا ایک قصبہ تھا۔ شام اور فلسطین کے علاقے اس کی زد میں آ گئے۔

حضرت عمرؓ کو بہت تشویش ہوئی۔ وہ بذات خود شام تشریف لائے تاکہ مشورہ کر کے اس وبا سے بچنے کے لئے کوئی اقدامات کریں۔ آپ مقام سُرغ پر پہنچے۔ ادھر وبا کا زور بڑھتا جا رہا تھا۔ آپ کو صحابہؓ نے واپس مدینے چلے جانے کا مشورہ دیا۔

حضرت عمرؓ نے مجھے طاعون زدہ علاقے کو چھوڑ کر مدینہ آنے کی اجازت دے دی لیکن میں نے اپنی افواج کے ساتھ ہی رہنا پسند کیا۔ مدینہ پہنچ کر آپ نے مجھے لشکر کو کسی کھلی فضا میں لے جانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ میں لشکر اسلام کو لے کر جابیہ کے مقام پر منتقل ہو گیا۔

”امین الامت“ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کی وفات

بچو! ابھی آپ نے امین الامت حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کی آپ بیتی سنی۔ اب ہم ان کی وفات اور سیرت و کردار کے بارے میں آپ کو بتائیں گے۔ اگرچہ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح اسلامی فوج کو لے کر جابیہ چلے آئے تھے لیکن وہ وبا جو عمواس سے شروع ہوئی تھی اس نے جابیہ تک ان کا پیچھا کیا۔

غالباً جتنا کام حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح اور ان ابتدائی جاں نثار صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کے مقدر میں تھا وہ احسن رنگ میں سرانجام پا چکا تھا اور اب ان کی واپسی کا وقت آ گیا تھا۔

چنانچہ اسی بیماری کی زد میں آ کر حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کا سرزمین شام میں سنہ 18ھ (مطابق 638ء یا 639ء) میں انتقال ہوگیا اور انہیں شہادت کا رتبہ نصیب ہوا۔ وفات کے وقت ان کی عمر اٹھاون برس تھی۔

حضرت معاذؓ بن جبل نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور یوں گویا ہوئے:۔

> ''آج ہم میں سے ایک ایسا شخص اُٹھ گیا ہے جس سے زیادہ صاف دل، زیادہ بے کینہ، سیر چشم اور خلق خدا کے لئے زیادہ خیر خواہ خدا کی قسم! میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ سب اس کے لئے رحم اور مغفرت کی دعا کریں۔'' (اصابہ)

حضرت ابوعبیدہؓ کے علاوہ اسلامی فوج کے ابتدائی سپہ سالاروں میں سے شُرحبیلؓ بن حسنہ، یزیدؓ بن ابی سفیان اور ضرارؓ بن الازور بھی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ حضرت خالد بن ولید پہلے ہی فوج سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس لئے اسلامی افواج کی قیادت عمروؓ بن العاص نے سنبھال لی۔ انہوں نے افواج کو شام اور فلسطین کی پہاڑیوں میں منتشر کر دیا تاہم اس وبا کے دوران 25 ہزار مسلمان اس دارفانی سے رحلت کر گئے۔ تاہم ان میں سب سے زیادہ خوبیوں کے مالک حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح تھے۔

☆......☆......☆

نام کتاب:.................... حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح